درجے میں پہونچنے کی کوشش کرے تاکہ انتہا پر پہنچ کر کمالات محمدیہ کا مکمل آئینہ اور مجسمۂ اخلاق بن جائے، اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ علماء امتی کأنبیاءِ بنی اسرائیل۔

آخر میں مولانا و استاذنا حضرت سید عبدالدائم صاحب کی زندگی کے متعلق چند ضروری معروضات اور بعض حضرات کے سوالات کے جوابات بھی عرض کردوں۔

مولانا مرحوم کبھی بھی طالبِ شہرت نہیں ہوئے، اسی لئے وہ عوام میں ایسی شہرت و قبولیت حاصل نہ کرسکے، جس کے وہ مستحق تھے۔ خواص میں وہ ضرور ایک مشہور و مستند عالم تھے، لیکن یہ شہرت بھی بہت زیادہ نہیں تھی، اپنے بے پناہ علم و فضل کے اعتبار سے دوسرے عظیم و مشہور علماء کی طرح وہ بلند مقام حاصل نہ کرسکے، جس کا انھیں استحقاق تھا، اس میں علاوہ خواہش و طلبِ شہرت نہ ہونے کے دوسرے موانع بھی ہیں۔

۱۔ گوشہ نشینی، عوام سے ربط زیادہ نہ ہونا۔

۲۔ اظہارِ صداقت و بیباکی جس سے عوام تو عوام خواص بھی گھبراتے تھے۔

۳۔ جلالِ سادات۔

ایک بات اور بھی عرض کردوں، پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند، مولانا کی پشت پر کوئی ایسا مدرسہ یا جماعت نہیں تھی، جو انھیں اُن کا صحیح مقام ولاتی اور اُن کے علم و فضل کا پروپیگنڈہ کرتی۔

حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے، جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جس کا میں نے بارہا مشاہدہ بھی کیا ہے کہ نہایت قابل لوگ بھی اور ایسے حضرات بھی جو ہر وقت مباحثے کے لئے تیار رہتے تھے، مولانا سے علمی گفتگو کرتے ہوئے گھبراتے تھے، اور اُن کے منطقی دلائل سے لاجواب ہوجاتے تھے، نیز بریلوی و دیوبندی دونوں مکاتبِ فکر کے علماء اُن کا اکرام اور اعترافِ علم و فضل کرتے تھے یا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔